ورڈزورتھ اور غنی خان کی شاعری میں فطرت سے محبت، حسن اور وحدت الوجود کا تصوّر

مراد علی

Abstract:

Wordsworth and Ghani Khan are considered among great romantic poets. The former belongs to English and the later to Pashtu poetry. Romanticism was an intended movement in English literature. Wordsworth, Coleridge, John Keats, P.B. Shelley and Byron stand outstanding in the English romantic period of early nineteenth century. Among them, Wordsworth status is high and unique. On the other hand, Pashtu poetry did not have the experience of Romanticism as a movement, nor was Ghani Khan directly affected by that English Romantic Movement. While studying the poetry of both the poets on can easily understand that they share a lot of characteristics of romanticism. This paper intends to juxtapose the poetry of both Wordsworth and Ghani Khan in their romantic perspectives, with special reference to their approach to Nature, their view of Beauty, their humanism and pantheism. The result of the research shows that both the poets, living in different continents, speaking different languages, having different social and moral background, have a lot of similarities. It was found that Ghani Khan's approach to Nature was as much mystical, philosophical and spiritual as that of Wordsworth. Both were found to have the same pantheism with some uniqueness. Both the poets were found to be high priest and worshipers of Beauty.

عالمی ادب میں مختلف تحریکیں اُٹھیں اور مختلف رجحانات دیکھنے میں آئے۔ تحریکات اور رجحانات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلاسیکیت، سادگی پسندی اور رومانویت وغیرہ تاریخ کے دریچوں میں اُبھرے۔ اس قسم کی تحریکیں اور رجحانات مختلف سماجی، سیاسی اور اقتصادی حالات کے باعث پیدا ہوئیں۔ عالمی ادب

کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اِن تحریکوں میں رومانویت دلچسپی اور عالمگیریت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ بناوٹی طرزِ تحریر کی بجائے سوچ و فکر کی اصل حالت کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ رسمی قیود اور حاکمانہ ادب کو ٹھکراتی ہے۔ جذبات، احساسات اس تحریک میں چمکتے دمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ رومانویت روئے زمین پر انتہائی بااثر تحریک رہی ہے۔

رومانویت دنیا کے نقشے پر اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ظہور پذیر ہوئی۔ یہ نو کلاسیکی یا نقلی کلاسیکی فن، فلسفہ، مذہب اور سیاست کے خلاف اُبھر کر سامنے آئی۔ رومانوی دور میں ہمیں جذباتیت، معروضیت کے خلاف ردّ عمل، طبقہ عالیہ پر تنقید، رسمی قواعد کے نقل سے انحراف، عقل کے غلبے سے بے التفاتی اور مقصدیت کے اتحاد پر تنقید؛ دیکھنے کو ملتی ہے۔ بقول پروفیسر انور جمال:

> ''رومانویت زندگی کا ایک ایسا مخصوص رویہ ہے جس میں آزاد خیالی، اناپرستی، لااُبالیت، خود پسندی اور بغاوت کے عناصر پائے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ رومانویت وہ طرز احساس اور اندازِ اظہار ہے جس میں فکر کے مقابلے میں تخیل کی گرفت مضبوط ہو۔ خیال و خواب کی گل پوش وادی میں کھوئے رہنا رومانویت ہے۔'' (1)

اس تعریف کی رو سے رومانویت کی بنیاد عقل کی بجائے تخیل پر ہے۔

ڈاکٹر محمد خان اشرف اپنی کتاب ''رومانویت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک'' میں رومانویت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

> ''رومانویت کی اصطلاح فن و ادب کے اس دور کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو اٹھارویں صدی کے آخر سے شروع ہوا اور جس نے عقلیت، روایت پسندی، توازن اور نظم و ضبط کے مقابلے میں تخیل، جذبہ، وجدان، بغاوت اور انفرادیت کو اپنے فن کی بنیاد بنایا۔'' (2)

''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' میں حفیظ صدیقی رومانویت کے مختلف خدوخال کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''کلاسیکیت اور رومانویت دراصل دو متضاد ادبی رجحانات ہیں، وفورِ جذبات، آزادہ روی، نرگسیت، انانیت، انفرادیت پسندی، وسعت طلبی، فطرت پرستی، جدت طرازی، جوش و ہیجان، قرون وسطیٰ سے دلچسپی، فلسفیانہ تصوریت و مثالیت، ادبی، معاشرتی اور سیاسی قیود کے خلاف بغاوت، مافوق الفطرت، تحیر افروز اور پُرآسرار امور

سے دلچسپی، تصوف سے شغف، جبلی طرزِ عمل اور غیر متمدن فطری زندگی کی طرف مراجعت، پرجوش جذبات کا بے ساختہ اظہار، ہیئت پر مواد کی ترجیح، طریقہء راسخہء قدما سے انحراف، عقل پر وجدان کی ترجیح، فطرت پسندی اور تخیل کی فراوانی، رومانیت کے نمایاں خدوخال ہیں۔" (3)

رومانوی تحریک کے در آنے کے ساتھ ہی موضوعی (جذباتی) شاعری ادب میں روشناس ہوئی۔ رومانوی شاعری ہمیں واپس فطرت کی طرف لوٹاتی ہے۔ یہ دیہی زندگی میں دلچسپی کو اُبھارتی ہے۔ یہ جذبات اور احساسات متعارف کراتی ہے۔ یہ ماضی میں ہماری دلچسپی مرکوز کرتی ہے۔ یہ آزادی سے محبت کا دم بھرتی ہے۔ یہ بالا طبقے کی بجائے عام انسان کو نمایاں کرتی ہے۔ یہ خارجی دنیا کے حسن کے گن گاتی ہے۔

ورڈز ورتھ، کالرج، کیٹس، بائرن اور شیلے ابتدائی انیسویں صدی کے انگریزی رومانوی دور کے درخشاں ستارے ہیں۔ ان میں ورڈز ورتھ کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کی شاعری میں تقریباً تمام رومانوی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

ادبی نظریات اور تحریکیں ایک ملک سے سفر کرتی ہوئی دوسرے ملک کو جاتی ہیں اور دیگر زبانوں کے ادبی رجحانات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یوں جغرافیائی سرحدیں مٹ جاتی ہیں اور ایک زبان کا ادب دوسری زبان کے ادب کو متاثر کرتا ہے۔ انگریزی رومانویت کا بلاواسطہ یا بالواسطہ دیگر عالمی ادب پر اثر پڑا ہے اور اس اعتبار سے پشتو ادب بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ پشتو ادب رومانوی جذبے سے بھرپور رہے۔ تاہم انگریزی ادب کی طرح پشتو ادب میں باقاعدہ کوئی رومانوی تحریک نہیں چلی۔ انگریزی شاعری میں رومانوی تحریک ورڈز ورتھ اور کالرج کی Lyrical Ballad کی اشاعت سے شروع ہوئی۔ بالفاظ دیگر، پشتو رومانویت انگریزی رومانویت کا براہِ راست نتیجہ نہیں ہے۔ یہ پشتو ادب میں پہلے ہی سے لاشعوری طور پر موجود تھی۔ خوشحال خان خٹک کی مثال لیجیے جو انگریزی رومانوی شعراء کے دور سے بھی پہلے گزر ہیں لیکن ان کا کلام دیکھیے تو ان کے ہاں حد درجہ تخیل اور رومانس پایا جاتا ہے۔ ان کی شاعری میں عقلیت کی بجائے تخیل پر زور رہے۔ بیسویں صدی کے شعراء کے کلام میں رومانویت میں انتہائی پختگی نظر آتی ہے۔ سیّد رسول رسا، فضلِ حق شیدا، اجمل خٹک، یونس خلیل، عبدالرحیم مجذوب، اشرف مفتون اور غنی خان کو رومانوی شعراء سمجھا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا پشتو رومانوی شعراء میں عبدالغنی خان نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ دیگر انگریزی رومانوی شعراء کی نسبت اُن کے اور ورڈز ورتھ کے کلام میں بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ دنیا کی ادبی تاریخ میں شاذ ہی ایسا ہوتا ہے کہ دو عظیم شاعر جن کا تعلق دو مختلف براعظموں سے ہوں، رنگ و نسل اور زبانیں بھی ایک دوسرے سے مختلف

ہوں، دونوں کے درمیانی زمانی فصل بھی موجود ہو، مختلف ثقافتوں اور مذاہب سے تعلق رکھتے ہوں اور پھر بھی فکر و فن میں مماثلت پائی جاتی ہوں تو اس ضمن میں ورڈز ورتھ اور غنی خان کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالے کا مقصد ولیم ورڈز ورتھ اور غنی خان کی رومانوی شاعری کے چند خصوصیات کا تقابلی جائزہ ہے۔

ورڈز ورتھ اور غنی خان کی شاعری میں حسن اور فطرت سے محبت:

فطرت اور مناظرِ فطرت سے محبت کم و بیش ہر شاعر کے ہاں پائی جاتی ہے۔ ورڈز ورتھ اور غنی خان دونوں فطرت پرست ہیں۔ ورڈز ورتھ نے اپنی جوانی، فطرت کی آغوش میں گزاری۔ اُس کے چاروں طرف فطرت ہی فطرت تھی۔ اُس نے فطرت کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ Titern Abbey ایک ایسی نظم ہے جس کا موضوع فطرت ہے۔ پانچ برس دور رہنے کے بعد شاعر دوسری مرتبہ Titern Abbey کی سیر کرتا ہے۔ شاعر ہمیں یہ بتا کر اپنی بات کا آغاز کرتا ہے کہ وہ بچپن میں حواس کے ذریعے فطرت کے مختلف اشیاء سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سبزہ زار، جھنڈ اور ندی جیسے مختلف اشیاءِ فطری آوازوں کو سن کر اور رنگوں کو دیکھ کر کیا کرتا تھا، کہتا ہے:

There was a time when meadow, grove and stream,
The earth and every common sight,
To me did seem
Apparelled in celestial light.(4)
("Immortality Ode", Lines 1-4)

(ترجمہ): "ایک وقت تھا جب سبزہ زار، جھنڈ اور ندی
زمین اور ہر عام منظر
مجھے لگتا تھا
(کہ یہ سب) آسمانی نور میں ملبوس ہیں۔"

بچپن میں ورڈز ورتھ کو فطرت میں گہری معنویت کی جھلک نہیں ملتی تھی۔ وہ فطرت کے ظاہری حسن کے باعث اس کا قدر دان تھا۔ اُس وقت انسانی مصائب سے وہ ناآشنا تھا اور زندگی کو وہ سنجیدگی اور متانت سے نہیں لیتا تھا۔ وہ حسین اشیائے فطرت کے رنگوں اور اُس کی آوازوں سے جی بہلاتا تھا۔

تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ورڈز ورتھ کی فطرت نگاری میں مزید پختگی پیدا ہوئی۔ اب وہ محض فطرت سے اس کے حسن کے باعث لطف نہیں اٹھاتا تھا بلکہ اس کو روحانی دیوتا کے روپ میں دیکھنے لگا۔ اب وہ محسوس کرنے لگ گیا کہ فطرت اس کے لیے ایک پیغام لیے ہوئے ہے۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی نظم

"Ode: Intimations of Immortality from Recollections of Early Childhood" میں وہ کہتا ہے:

I only have relinquished one delight
To live beneath your habitual sway.

The clouds that gather round the setting sun
Do take a sober colouring from an eye
That hath kept watch over man's mortality:
Another race hath been, and other palms are won. (5)
("Immortality Ode", Lines 195-96, 201-204)

(ترجمہ): 'میں نے ایک ہی خوشی کو خیر باد کہہ دیا ہے
تمہاری جس عادت حکمرانی کے تحت جینے کے لیے
غروب ہوتے ہوئے سورج کے گرد اکٹھے ہوتے ہوئے بادل
صوفیانہ رنگ میں رنگ جاتے ہیں ایک ایسی آنکھ سے
جس نے انسان کی فنائیت پر پہرہ دیا ہو!
ایک اور نسل گزر چکی اور دیگر فتوحات حاصل ہو چکیں۔''

مذکورہ بالا سطور میں شاعر ماضی اور بلوغت کے سالوں میں فطرت سے محظوظ ہونے میں فرق کا تذکرہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جوانی میں وہ مختلف مزاج میں فطرت کے پاس جاتا ہے۔ اب فطرت کی قدر دانی زیادہ متانت اور شائستگی سے کرتا ہے۔ وہ فطرت کو صوفیانہ قوت دیتا ہے۔ فطرت کی سادگی میں شرافت اور عظمت محسوس کرتا ہے۔ اور اسی نظم میں آگے کہتا ہے۔

Thanks to the human heart by which we live,
Thanks to its tenderness, its joys, and fears,
To me the meanest flower that blows can give
Thoughts that do often lie too deep for tears.(6)
("Immortality Ode" Lines: 205-208)

(ترجمہ): 'انسانی قلب کا شکریہ جس کے باعث ہم زندہ ہیں
اس کی نرمی، خوشیوں اور خوف کا شکریہ
کھلنے والا معمولی پھول مجھے دے سکتا ہے
ایسے خیالات جو گہرائی میں ہونے کی وجہ سے آنسوؤں کا سبب نہیں بنتے۔''

ورڈز ورتھ فطرت کے مسرت بخش پہلو پر یقین رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ فطرت ہمیں خوشی عطا کرتی ہے۔
اپنی نظم "The Daffodils" میں وہ اپنا یہی نظریہ بیان کرتا ہے:

For oft when on my couch I lie
In vacant or in pensive move
They flash upon that inward eye
Which is the bless of solitude
Then my heart with pleasure fills
And dances with the daffodils.(7)
("The Daffodils": Lines: 19-24)

(ترجمہ): 'اکثر جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوتا ہوں
تفکرات سے خالی ہو کر یا خیالات میں مستغرق
وہ (پھول) باطنی آنکھ کو نظر آجاتے ہیں
جو تنہائی میں خوشی کا باعث ہوتے ہیں۔
پھر میرا دل خوشی سے بھر جاتا ہے
اور نرگس کے ساتھ ناچنے لگتا ہے۔''

شاعری تنہائی کے لمحات میں میٹھے احساسات سے دوچار ہوتا ہے۔ Tintern Abbey میں وہ ان خوشیوں کا اظہار کرتا ہے جو اُسے اُس وقت محسوس ہوتی ہیں جب وہ فطرت کا دوبارہ دیدار کرتا ہے۔ ورڈز ورتھ کہتا ہے کہ فطرت غم کے مارے دِلوں کا پریشان حال ذہنوں کے دُکھ کا مداوا کرتی ہے۔

غنی خان فطرت کو بالکل اسی طرح چاہتا ہے جس طرح ورڈز ورتھ چاہتا ہے۔ وہ موسموں کی گردش سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔ اپنی شاعرانہ زندگی کے ابتدائی دور میں وہ بھی فطرت سے اُس کے ظاہری حسن کے باعث لطف اندوز ہوتا ہے۔ اُس میں اِس احساس کا لمس بھی پایا جاتا ہے کہ سرما کے اندھیرے کے بعد نئی بہار آئے گی۔ شازیہ بابر، اس بارے میں لکھتی ہیں:

His poems "Sparley" (Spring) is a good example of his hopes and aspirations that are joyous and filled with wonder. In his description of the natural scenery we the reader can feel his euphoria as if he was shouting with joy that new life has defeated death. (8)

(ترجمہ): غنی خان ''سپرلے(موسم بہار)'' نامی نظم اُس کی آس اور اُمیدوں کی ایک اچھی مثال ہے۔ فطرتی منظر کو بیان کرتے ہوئے قاری اُس کی اُس غلو آمیز مسرت کو محسوس کرلیتا ہے گویا شاعر خوشی سے چیخ رہا ہو کہ زندگی نے موت کو شکست دے دی ہے۔

یہی بات غنی خان کے کلام کو پڑھ کر دیکھیے اور سر دُھنتے جائیے:

او گوره جانانه د تیارے نه رنڑا جوړه شوه
نوے سپرلے راغے د گلونو دنیا جوړه شوه
زمکه لکه شاړه ایځ بوره ورکه سپوره وه
چرته مروره مستی تلے د خپل کوره وه
پانړے غوټئ نه وے په هر بوټی د مرگ سورے وو
شړنگ د ژوندون غلے میخانه ئے تشه توره وه
یا ساندے او اوښکے یا ترے سپینه خندا جوړه شوه
او گوره جانانه د تیارے نه رنڑا جوړه شوه
یا ژوندون ارمان ؤ یا رنگین نشه رنگونه شو
مینه رومُسکئ شوه په خنداورته گلونه شو(9)

(سپرلے)

(ترجمہ): اے میرے محبوب! آکر اُس اندھیرے کو دیکھ جو روشنی میں بدل گیا ہے۔ ایک تازہ چشمہ پھولوں کی دنیا میں محبوب کے لیے بہنے لگ گیا ہے۔ بہار کی آمد سے قبل زمین خشک اور بنجر تھی اور یوں لگتا تھا گویا اس کی خوشیاں روٹھ گئی ہوں۔ پودوں کے پتے گویا خشک ہو چکے ہوں اور پودوں میں کوئی جان نہیں تھی۔ زندگی میں کوئی رمق باقی نہیں تھی۔ اچانک پودوں کا غم اور آنسو قہقہوں میں بدل گئے۔ اے میرے محبوب! دیکھ اندھیرا اجالے میں بدل گیا ہے۔ بے مسرت زندگی اب رنگوں اور خوشیوں سے بھر گئی ہے۔ جب محبت مسکرائی تو پھول اُس پر کھل اُٹھے۔

فطرت کے ظاہری حسن اور خوشی سے غنی خان کی محبت دراصل اُس کی خوشی کے اندرونی جذبے کی غماز تھی۔ اُسے اپنی خوشی کا عکس بہار کے مناظر میں نظر آتا ہے۔

ورڈز ورتھ کی طرح غنی خان کی فطرت سے محبت پختگی کے مرحلے میں پہنچ جاتی ہے جب وہ یہ یقین کرتا ہے کہ آسمانی روح تمام اشیائے فطرت کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ فطرت کی تمام اشیاء میں خدائی روح کے سرایت کرنے کا یہ احساس صوفیاء کے نزدیک وحدت الوجود ہے۔ ورڈزورتھ کی طرح غنی خان بھی پھولوں کے پتوں میں گہرا اور فلسفیانہ پیغام پڑھ لیتے ہیں۔ جس پھول کا نظارہ ورڈزورتھ کو گہرے خیالات کی وادیوں میں لے جاتا ہے اسی طرح غنی خان کو گہرے فلسفیانہ خیالات کے ایسے جوابات مل جاتے ہیں جو منطق کی کتابوں میں نہیں ملتے۔ وہ اپنی نظم "شپہ وہ دسپرلی (موسم بہار کی رات تھی)" میں کہتا ہے:

یو د گلاب مخ کے چہ خکارہ کوم جوابونہ دی
نشتہ یو ہم نشتہ د منطق پہ کتابونو کے[10]

(شپہ وہ دسپرلی)

(ترجمہ): "گلاب کے پھول کے چہرے سے جو جوابات آپ کو ملتے ہیں وہ منطق کی کتابوں میں نہیں ملتے۔

فطرت سے متعلق ویسا ہی روحانی صوفیانہ نقطۂ نظر درج ذیل سطور میں ملتا ہے۔"

ما پہ گل کے اوموند چہ تہ ئے نہ مومے کتاب کے
اے مُلا ستا نیم کتاب مے واوریدو رباب کے[11]

(ترجمہ): اے ملا! میں نے پھول میں وہ کچھ دیکھ لیا جو تمھیں کتاب میں نظر نہیں آتا۔ میں نے تمہاری نصف کتاب رباب (موسیقی) میں سُن لی ہے۔

غنی خان کے نزدیک بہار دراصل محبوب کی مستی کا نام ہے۔ محبوب اپنا حسن اور نور پھولوں میں بکھیر دیتا ہے۔ اس کا ظہار وہ ان اشعار میں کرتا ہے۔

سپرلے سۂ دے! جانان مست شوے دے
ہرہ سا او زڑہ کے خپل نور خوروی
پہ گلونو کے خپلہ رنڑا خوروی
پہ نسیم کے رنگونہ دَطور خوروی[12]

(ترجمہ): "بہار کیا ہے! یہ تو میری محبوب کی مستی ہے۔
جس نے ہر سانس اور اور ہر ذرے میں اپنا جلوہ سمویا ہے۔

(محبوب) پھولوں میں اپنی روشنی بکھیرتا ہے۔

اور بادِ نسیم میں کوہِ طور کے رنگ بھرتا ہے۔''

ورڈزورتھ کی طرح غنی خان بھی فطرت کے روحانی حسن سے لطف اندوز ہوتا ہے۔اب بہار کا موسم محض اپنے ظاہری حسن میں خوشی کا سامان نہیں لاتا۔اب وہ اُس کے لیے خوشی اور وجد کا ایک ذریعہ ہے۔اُس کی نظم ''د سپرلی شپہ (موسم بہار کی رات)'' کو پڑھیں اور اس کی سابقہ نظم ''سپرلے (بہار)'' کے ساتھ اس کا موازنہ کیجیے۔

د پسرلی شپہ وہ مستہ مستانہ
ستوری کیدل ڈیر روحان روحانہ
سپوگمئ ولاڑہ وہ خکلے حیرانہ
لیونی سوال وکڑو د خپل جانانہ
رنڑا مے پوھے لہ د لا مکانہ را
مستی مِ سترگو لہ د خپلہ زانہ را
د خپلہ زانہ یارہ د خپلہ زانہ
لیونی سوال وکڑو د خپل جانانہ
ناگاہہ پڑق شو دریاب د نور راغے
سہء پہ مستئ راغے سہء پہ سرور راغے
ہستی شوہ گونگہ مستی گویانہ
لیونی سوال وکڑو د خپل جانانہ
او لیونی چہ ورتہ زڑگے کڑو لرے
ڈیر پہ خواریٔ پکھے زائے شو بسرے
نور ڈک د زانہ وو ڈک د جہانہ
لیونی سوال وکڑو د خپل جانانہ
دریاب د نور لاڑ حیست او رنڑا لاڑہ
او د جانان مستی جانان لہ بیا لاڑہ
لیونے پاتے شو سیرے گریوانہ

دپسرلی شپہ وہ مستہ مستانہ(13)

(دپسرلی شپہ)

(ترجمہ): مسحور کن بہار کی رات تھی۔ ستارے چمک اور دمک رہے تھے۔ حسین چاند محوِ حیرت کھڑا تھا جبکہ ایک دیوانہ اپنے محبوب سے فریاد کر رہا تھا۔ میرے علم کو اپنی لامکان سے روشنی دے۔ اور میری آنکھوں کو اپنی ذات سے مستی دے۔ میری پریمی آپ اپنے آپ سے عطا کرے! دیوانہ اپنے محبوب سے التجا کر رہا تھا۔ اچانک روشنی ہوئی اور نور کا سمندر بہہ کر آگیا۔ یہ کسی قدر مستی میں اور کسی قدر غرور میں تھا۔ جیسے ہی ہستی دم بخود ہوئی یہ گویا ہوا۔ دیوانہ اپنے محبوب سے التجا کر رہا تھا۔ دیوانے نے جب اس کے لئے اپنا دل وا کیا تو اس میں بمشکل ایک چنگاری کو جگہ ملی۔ باقی دنیا اور اپنے آپ سے بھرپور تھا۔ دیوانہ اپنے محبوب سے التجا کر رہا تھا۔ نور کا دریا بہتا ہوا واپس چلا گیا۔ حسن اور روشنی بھی واپس چلی گئی اور محبوب کی مستی واپس محبوب کی طرف لوٹی۔ دیوانہ اپنا گریبان لئے رہ گیا۔ یہ بہار کی ایک سحر انگیز رات تھی۔

حسن سے ناتمام محبت کے باعث غنی خان کائنات میں متواتر حسن کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتا ہے۔ بقول ہمیش خلیل محبت اور حسن غنی خان کی شاعری کا نچوڑ ہیں۔ اپنی ایک نظم میں وہ کہتا ہے:

حُسن حُسن لٹومہ
کہ پہ غروی کہ پہ سمہ
زہ پہ مینہ مینہ پایم
بے دمینے مرمہ مرمہ(14)

(بے وفا)

(ترجمہ): میں ہر جگہ حسن تلاش کر رہا ہوں
چاہے یہ پہاڑ پر ہو یا زمین پر۔
میں زندہ ہوں کیونکہ میں عاشق ہوں
محبت کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

ورڈزورتھ اور غنی خان کا نظریہ وحدت الوجود:

ورڈزورتھ اور غنی خان دونوں کی شاعری میں نظریہ وحدت الوجود کی مماثلتیں بھی حد درجہ ہیں۔ورڈز ورتھ کو چمکتے ستاروں اور لہلہاتے پھولوں میں خدا کا وجود جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔اُس کا خیال ہے کہ فطرت خدا کے وجود کا مادی اظہار ہے۔وہ لکھتا ہے:

"An 'active' Principle:--howe'er removed
From sense and observation, it subsists
In all things, in all natures; in the stars
Of azure heaven, the unenduring clouds,
In flower and tree, in every pebbly stone
That paves the brooks, the stationary rocks,
The moving waters, and the invisible air.(15)
(The Excursion, Book 9, Lines 1-5)

(ترجمہ): ''احساسات اور مشاہدات سے ماوراایک فعّال اصول کارفرما ہے
سب چیزوں، سب فطرت، سب ستاروں میں
نیلگوں آسمان کے، بوجھل بادل،
پھول اور درخت میں، ہر گھسے پتھر میں
جو ندی پاٹتا ہے، ساکن چٹانیں
بہتے پانی اور غیر مرئی ہوا''

خدائی روح کا یہ تصور تمام اشیائے فطرت میں موجود ہے۔اس کا اظہار Tintern Abbey میں کیا گیا ہے۔

And I have felt
A presence that disturbs me with the joy
Of elevated thoughts: a sense sublime
Of something far more deeply interfused
Whose dwelling is the light of the setting sun
And the round ocean and the living air
And the blue sky, and the mind of man:
A motion and a spirit that impels
All thinking things, all objects of all thought,
And rolls though all things.(16)
(TinternAbey, Lines 93 - 102)

(ترجمہ): ''اور میں نے محسوس کیا ہے۔
ایک وجود جو مجھے پریشان کرتا ہے خوشی کے ساتھ

بلند خیالات کی ایک اعلیٰ احساس
انتہائی گہری مربوط چیز کا
جس کی رہائش غروب ہوتے سورج کی روشنی ہے
اور گول سمندر اور زندہ ہوا
اور نیلا آسمان اور انسان کا ذہن
ایک حرکت اور ایک روح جو دیکھتی ہے
تمام متفکر چیزوں کو اور سوچ و فکر والی چیزوں کو
اور (یہ روح) تمام چیزوں میں سے گزرتی ہے۔''

روح سے متعلق اُس کا فلسفہ اور پہلے سے موجود روح کے وجود پر یقین ہمیں مشہور نظم "Intimations of Immortality from Recollections of Early Childhood" کی سطور میں ملتا ہے:

Our birth is but a sleep and a forgetting:
The Soul that rises with us, our life's Star,
Hath had elsewhere its setting,
And cometh from afar:
Not in entire forgetfulness,
And not in utter nakedness,
But trailing clouds of glory do we come.(17)
From God, who is our home: (lines 59 - 66)

(ترجمہ): ''ہماری پیدائش ایک نیند اور بھلاوا ہے
روح جو ہمارے ساتھ جاگتی ہے، ہماری زندگی کا ستارہ
اور کہیں ڈوب جاتا ہے
اور دور سے آتا ہے
ممکن نسیاں میں نہیں
اور مکمل برہنگی میں نہیں
مگر شان و شوکت کے گھٹتے ہوئے بادل ہم آتے ہیں
خدا سے جو ہمارا گھر ہے۔''

یوں خدائی روح تمام چیزوں میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ یہ پہاڑیوں، چاند اور غروب ہوتے ہوئے سورج

کی روشنی میں موجود ہے۔ شاعر جہاں بھی جاتا ہے اس کو اشیاء فطرت میں خدائی روح نظر آتی ہے۔ ورڈزورتھ ہر فطری چیز کو ایک زندگی عطا کرتا ہے۔ وہ حالیہ حیاتیاتی تحقیقات کی پیشن گوئی کرتا ہے کہ فطرت کی ہر شے میں ایک جاندار اصول اور روح ہے۔ The Prelude Book Third میں وہ کہتا ہے:

To every natural form, rock, fruits, or flower,
Even the loose stones that cover the highway,
I gave a moral life: I saw them feel,
Or linked them to some feeling: the great mass
Lay bedded in a quickening soul, and all
That I beheld respired with inward meaning.(18)
(The Prelude, lines 127 - 132)

(ترجمہ): "ہر قدرتی شکل، چٹان، پھل یا پھول کو
جرنیلی سڑک کو پاٹنے والے اکھڑے پتھر کو بھی
میں نے اخلاقی زندگی دی، میں نے ان کو محسوس کرتے دیکھا
یا ان کو کسی جذبے سے مربوط کیا: بہت بڑا ڈھیر
متحرک روح میں لیٹا ہوا پڑا ہے اور سب
جو میں نے دیکھا تھا اندرونی معانی کے ساتھ سانس لینے لگا۔"

چونکہ فطرت میں موجود ہر شے میں روح پائی جاتی ہے اِس لیے یہ عام انسان کی خوشی اور درد کو محسوس کر سکتی ہے جب اسے چھویا یا گدگدایا جائے۔ شاعر کا یہ نظریہ اس کی اکثر دہرائی جانے والی سطور میں گونجتا ہے:

And it is my faith
That every flower enjoys the air it breathes.(19)
("Lines written in Early Spring", Lines 11-12)

(ترجمہ): "اور یہ میرا عقیدہ ہے
کہ ہر پھول اس ہوا سے لطف اندوز ہوتا ہے جو وہ سانس کے ذریعے اندر لے جاتا ہے۔"

اپنے تحقیقی مقالے کے خلاصے میں گپتا درجِ ذیل سطور میں ورڈزورتھ کے نظریہ وحدت الوجود پر یوں تبصرہ کرتا ہے:

"فطری شاعری میں ورڈزورتھ کا سب سے بڑا کارنامہ جو اُس نے سرانجام دیا ہے وہ اس کا ہر لحاظ سے مکمل نظریہ وحدت الوجود ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ خدا تمام اشیائے فطرت میں روشن ہے اُسے ایک ایسی آسمانی روح عطا کرتا ہے جو بحر و بر میں کبھی بھی

نہیں رہی۔ وہ اس کو چمکتے ستاروں میں پاتا ہے۔ وہ اسے کھیت کے پھولوں میں دیکھتا ہے۔ فطرت میں خدا کی موجودگی اسے صوفیانہ تصور عطا کرتی ہے۔ کسی بھی دیگر شاعر کو عام دنیا میں اتنا وافر حسن نہیں ملا۔ اس کو بصارت کے ساتھ بصیرت بھی حاصل تھی یعنی نہ صرف وہ واضح دیکھتا ہے اور ٹھیک ٹھیک بیان کرتا ہے بلکہ چیزوں کے دل میں گھس جاتا ہے اور ہمیشہ کچھ ایسے لطیف معانی ڈھونڈ لیتا ہے جو سطح پر تحریر نہیں ہوتے۔ فطرت محض سبزے کا نام نہیں ہے جس کے قانون میں اگنا اور گلنا سڑنا ہوتا ہے اور یہ ایسی اشیاء کا مجموعہ بھی نہیں ہے جسے بیان کیا جائے بلکہ یہ خدا کا مظہر ہوتی ہے۔ فطرت وحی ہے اور ورڈز ورتھ پیغمبر۔ موجودہ دور میں ہمیں ورڈز ورتھ جیسے شاعر کی ضرورت ہے جو لوگوں کی راہنمائی کرنے کے لیے فطرت اور سچائی کی پوجا کرتا ہے۔"(20)

تاہم غنی خان کا نظریہ وحدت الوجود ورڈز ورتھ کے نظریہ وحدت الوجود سے مختلف ہے۔ غنی خان نرے مسلمان ہے۔ وہ خدا کے وجود کو مانتا ہے۔ وہ اسے غیر متناہی، دائمی، قادر مطلق اور حاضر و ناضر سمجھتا ہے۔ وہ خدا کی چمک دمک کائنات کی ہر چیز میں مانتا ہے۔ درجِ ذیل صوفیانہ سطور پڑھیں:

ستر گو د جانان کے کله کله د گل پاڼو کے
زه ئے هر جائے وینم شیخه جوړ که جماعت نور وله(21)

(ترجمہ): "میں اُسے ہر جگہ دیکھ سکتا ہوں محبوب کی آنکھوں میں بھی اور پھول کی پتیوں میں بھی۔ اے شیخ مسجد کسی اور کے لیے بناؤ۔ "

ایک اور جگہ پر غنی خان یوں گنگناتا ہے:

هر یو شے چه ابدی شي یو آفت شي یو عذاب شي
بس یو تا سره مزه که دازل ابد دوام(22)

(ترجمہ): فانی ہونے کے باعث ہر چیز قیمتی ہے۔
اے خدا لافنائیت صرف آپ کی ذات کو زیب دیتی ہے۔

غنی خان اپنے وجودی فلسفہ کا اظہار ان اشعار میں بھی کرتا ہے۔

هر سه د رب او همه د رب

زہ یو ماحام لہ راغلے یم
باغ او انگور میخانہ د یار
زہ خو یو جام لہ راغلے یم
مینہ مستی او خمار د بل
رقص او خندا او سنگار د بل
گل او نرگس او گلزار د بل
زہ ئے تش دیدار لہ راغلے یم(23)

(ترجمہ): سب کچھ رب کا ہے، اور سب کچھ رب کا ہے
میں تو ایک شام کے لیے آیا ہوں
باغ، انگور اور میخانہ محبوب کے ہیں
میں تو ایک جام کے لیے آیا ہوں
عشق، مستی اور خمار کسی اور کے ہیں
رقص، مسکان اور سنگار کسی اور کا
گل، نرگس اور گلزار کسی اور کا
میں تو صرف ان کے دیدار کو آیا ہوں

دونوں شاعروں کی شاعری کا موازنہ کرتے ہوئے ہم اس بات پر پہنچتے ہیں کہ بُعدِ زمان اور بُعدِ مکان کے باوجود دونوں شاعروں کے احساسات اور جذبات میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ورڈز ورتھ اُس رومانوی تحریک سے متاثر ہوئے تھے جس نے کلاسیکی اقدار اور مروجہ اصولوں، ضابطوں اور معیاروں سے بغاوت اور تبدیلی کی خواہش سے جنم لیا تھا۔ دوسری طرف اگرچہ غنی خان نے انگریزی رومانوی شعراء کا مطالعہ بھی کیا تھا جس کے اثرات سے بھی وہ ضرور متاثر ہوئے ہیں تاہم غنی خان کی رومانویت کسی باقاعدہ تحریک کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ پشتو شاعری میں بہت پہلے سے یہ اقدار موجود تھیں۔ دو مختلف تہذیبوں اور ماحول میں پروان چڑھنے والے ان دو عظیم شاعروں میں خیالات، جذبات اور احساسات کی عجیب و غریب یکسانیت ہمیں حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ تاہم غنی خان کا اُسلوب دوسروں سے بالکل مختلف ہے۔ ایک اور انفرادیت یا اختلاف جو ہمیں دونوں کی شاعری میں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ورڈز ورتھ کی شاعری زیادہ تر روحانی(Spiritual) ہے جبکہ غنی خان کی شاعری زیادہ تر فلسفیانہ(Philosophical) ہے۔ اس کے علاوہ جو

روانی اور سادگی غنی خان کی شاعری میں پائی جاتی ہے وہ ورڈزورتھ کے ہاں اس انداز سے نہیں ملتی۔

حوالہ جات:

(1) انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۷ء، ص ۱۱۲

(2) محمد خان اشرف، ڈاکٹر، رومانویت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۴۹

(3) حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص ۹۱

(4) Palgrave, Francis T. *The Golden Treasury*. London: Macmillan, 1875; Bartleby.com, 1999. www.bartleby.com/106/. [Accessed 12 Mar. 2018].

(5) Quiller-Couch, Arthur Thomas, Sir. *The Oxford Book of English Verse*. Oxford: Clarendon, 1919, [c1901]; Bartleby.com, 1999. www.bartleby.com/101/. [Accessed 15 Mar. 2018]

(6) Ibid. [17 Mar. 2018]

(7) Palgrave, Francis T. *The Golden Treasury*. London: Macmillan, 1875; Bartleby.com, 1999. www.bartleby.com/106/. [Accessed 21 Mar. 2018].

(8) Shazia Babar, *Strains of Romanticism in Abdul Ghani Khan and John Keats' Poetry: A Comparative Study*, Peshawar: Pashto Academy University of Peshawar, 2005, P. 270

(9) غنی خان، لٹون (د غنی کلیات او نوے کلام)، پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۲۰۱۴ء، ص ۲۵۵

(10) غنی خان، دہ غنی کلیات، کابل: وزارتِ اقوام و قبائل، ریاستِ نشریات، ۱۹۸۵ء، ص ۲۸۸

(11) غنی خان، دہ غنی کلیات، کابل: وزارتِ اقوام و قبائل، ریاستِ نشریات، ۱۹۸۵ء

(12) غنی خان، د پنجرے چغار، پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۵۶ء، ص ۸۲

(13) غنی خان، لٹون (د غنی کلیات او نوے کلام)، پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۲۰۱۴ء، ص ۴۴۲

(14) غنی خان، د پنجرے چغار، پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۵۶ء، ص ۱۴۹

(15) William Wordsworth, *The Complete Poetical Works*. London: Macmillan and Co., 1888; Bartleby.com, 1999. www.bartleby.com/145/. [17 Mar. 2018].

(16) Nicholson and Lee. *The Oxford Book of English Mystical Verse*. Oxford: The Clarendon Press, 1917; Bartleby.com, 2000.www.bartleby.com/236/. [Accessed on 20 Mar. 2018].

(17) Quiller-Couch, Sir Arthur Thomas .*The Oxford Book of English Verse*. Oxford: Clarendon, 1919, [c1901]; Bartleby.com, 1999. www.bartleby.com/101/. [Accessed 24 Mar. 2018]

(18) William Wordsworth, *The Complete Poetical Works*. London: Macmillan and Co., 1888; Bartleby.com, 1999. www.bartleby.com/145/. [30 Mar. 2018].
(19) William Wordsworth, *The Complete Poetical Works*. London: Macmillan and Co., 1888; Bartleby.com, 1999. www.bartleby.com/145/. [30 Mar. 2018].
(20) Dr. Ashish Gupta, William Wordsworth: *Theory of Pantheism*. Research Scholar, 2(III), 459, P. 459. Retrieved from http://www.researchscholar.co.in/downloads/71-dr.-ashish-gupta.pdf
(21) غنی خان، فانوس، پشاور: قومی مکتبہ، ۱۹۷۸، ص ۱۲۵
(22) ایضاً، ص ۴۵
(23) غنی خان، پلوشے، کابل: پشتو ٹولنہ، ۱۹۶۱، ص ۱۰۸